اس دَور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دَوا

عمران اعظم

رِسرچ اسکالر

شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی

Abstract: Iqbal is a multifaceted personality. He was a great thinker, poet, philosopher and reformer of the nation. He has enlightened us with his thoughts in poetry, Sufism, Islamic sciences, economics and education system etc. Through his dynamic thought, he has passed Western thoughts and ideas through his intellectual process and then what he has written is a beacon for us. Therefore, we see the height of thought and universality in it. Diversity is the characteristic of his thought. His study consisted of the sciences and arts of the East and the West. Therefore, a lot of work has been done on Iqbal's thought from different angles. In this article, I have examined Iqbal's educational thoughts and concepts.

کلیدی الفاظ: اقبال، تعلیم، تصورات، نظریات، افکار، مادری زبان، خودی، یقین، عمل، اخلاق، معلم، متعلم، عشق، عمل، وجدان،

دنیا میں بہت کم ایسی شخصیات نے جنم لیا جن کے افکار و خیالات نے زندگی کو متاثر کیا ہے کیونکہ ان کا دائرہ علم و آگہی بہت وسیع ہوتا ہے۔ مطالعہ کائنات اور تخیل کی بنیاد پر وہ کہیں ایسی ایسی حقیقتوں سے روشناس کراتے ہیں جن تک عام انسانی ذہن جلدی متبادر نہیں ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے نظریات اور مشاہدات سے اخذ و کشید کر کے کچھ ایسے ضابطے تیار کرتے ہیں جن سے عام اذہان مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے ہی شخصیات میں ایک نام ڈاکٹر اقبال کا ہے۔

اقبال ایک کثیر الجہات شخصیت کا نام ہے۔ وہ برصغیر کے عظیم مفکر، شاعر، فلسفی اور مصلح قوم تھے۔ انہوں نے اپنے افکار سے شاعری، تصوف، اسلامیات، معاشیات اور تعلیمی نظام وغیرہ سے ہمیں روشناش کرایا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی متحرک فکر کے ذریعے مغربی افکار و نظریات کو اپنے فکر کے پروسیس سے گزار کر جو لکھا ہے وہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ اس لیے ان کے یہاں ہمیں فکر کی بلندی و آفاقیت نظر آتی ہے۔ تنوع اور ہمہ رنگی ان کی فکر کا خاصہ ہے۔ ان کا مطالعہ شرق و غرب کے علوم وفنون پر مشتمل تھا۔ اس لیے اقبال کی فکر پر مختلف جہات سے بہت سارا کام کیا گیا ہے۔

تعلیم کے میدان میں بھی اقبال نے اپنے تصورات و نظریات بیان کیے ہیں۔ کیونکہ اقبال خود ایک بہترین معلم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم کے میدان میں جہاں جہاں ان کی نظریات ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں وہ بہت ہی اہم اور معنی خیز ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پیچھے اقبال کی فکر معنویت اور مقصدیت پنہاں ہے۔ کیونکہ اقبال مروجہ نظام تعلیم میں انقلاب کے خواہاں تھے۔ اس لیے جہاں کہیں انہوں نے تعلیم کے حوالے سے بات کی ہے وہاں صرف نظریات پیش کر کے صرف نظر نہیں کیا ہے بلکہ اس کے اطلاقی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اقبال کی بنیادی پہچان فلسفی شاعر کی ہے اور فلسفہ دراصل جستجوئے علم ہے۔ اسی لیے کوئی بھی موضوع فلسفے کی بحث سے جدا نہیں ہوتا۔ فلسفہ حکمت و تدبر اور تلاشِ زندگی کا نام ہے۔ تعلیم و تربیت بھی ایک علم و فن ہے اور یہ فلسفے کا موضوع ہو سکتا ہے اسی لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اقبال کا تعلق فلسفہ علم سے بھی ہے۔ اس معنی میں اقبال کے ایک مفکر تعلیم کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ اقبال

نظام تعلیم اور نظام زندگی کو ہم آہنگ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان میں اقبال کو تعلیمی نظریات کے میدان میں وہی مقام حاصل ہے جو یورپ میں کانٹ ،ولیم ،ورڈز ورتھ، ہیگل ،برگساں کو حاصل ہے۔ کیونکہ انہوں نے انفرادی اور اجتماعی زندگی، قومی و ملی، داخلی و خارجی، تہذیبی و تمدنی، تعلیمی نسواں وغیرہ سبھی پر بصیرت افروز نظریات پیش کیے ہیں۔

اقبال کی تعلیم سے متعلق پہلی فکر جو ہمیں نظر آتی ہے وہ ان کا ایک مضمون مطبوعہ رسالہ مخزن ۱۹۰۲ء میں جو بعنوان۔ بچوں کی تعلیم و تربیت منظر عام پر آیا تھا دیکھنے کو ملتے ہیں اس مضمون کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں

”یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ نفس ناطقہ کا قوی کا ایک مجموعہ بھی ہے بلکہ یہ اپنی ذات میں ایک واحد غیر منقسم شئ ہے اور اس کی ہر ایک قوت نشو ونما پر منحصر ہے۔ جس طرح جسمانی اعضا تناسب کے اصول کے تحت بڑھتے ہیں اسی طرح نفس ناطقہ کی نشو ونما بھی اسی اصول کے تحت ہوتی ہے۔ لہذا طریقہ تعلیم وہی ہو جو نفسِ ناطقہ کے تمام قواعد کے لیے یکساں ورزش کا سامان مہیا کرے۔ ادراک، تخیل، تاثیر، مشیت غرض یہ کہ نفس ناطقہ کی ہر قوت تحریک میں آنی چاہیے۔ کیونکہ کامل طریقہ تعلیم کا منشا یہ ہے کہ نفس ناطق نفس سے ناطقہ کی تمام پوشیدہ قوتیں کمال پذیر ہوں نہ کہ بہت سی علمی باتیں دماغ میں جمع ہو جائیں۔“

اقبال کے ان نظریات کا تعلق اس دور سے ہے جب ان کے معلمی کے پیشے کی کا ابتدائی دور تھا۔ مگر اس اقتباس کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی فکر میں پختگی اور بالیدگی آچکی تھی۔ اس اقتباس کی روشنی میں صاف پتہ چلتا ہے کہ اقبال کا تعلیم سے منشا یہ نہیں تھا کہ طلبہ کے ذہن میں انفارمیشن کا بھنڈار بھر دیا جائے نہ صرف یہ کہ معلم اپنی بات طلبہ تک پہنچادے بلکہ بچوں کے اندر ادراک، تخیل وغیرہ کا ڈیولپمنٹ ہو۔ اقبال چائلڈ سینٹرڈ تعلیم کے خواہاں تھے۔ اس طرح کے نظریات روسو اور جان ڈیوی نے بھی دیے ہیں۔ جان ڈیوی کرکے کے سیکھنے (Learning by doing) قائل تھے۔ کر کے سیکھنے سے بچے میں ادراک اور تخیل یعنی امیجینیشن پاور کی بلندی آتی ہے۔

اقبال بچوں کی ابتدائی تعلیم ان کی مادری زبان میں دینے پر زور دیتے ہیں جبکہ دیگر علوم کے لیے قومی زبان کی سفارش کرتے ہیں۔ اور انگریزی کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ اس زبان کو ہمیں ضرور سکھایا جانا چاہیے کیونکہ یہ رابطے کی زبان ہے۔ دوسروں تک اپنی بات اپنی فکر پہنچانے

کے لیے یہ زبان ناگزیر ہے۔ ساتھ ہی وہ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ کسی بھی تہذیب و تمدن سے مرعوب ہونے کے بجائے اپنی زمین اپنی تہذیب اپنے تمدن سے جڑے رہنا چاہیے۔

اٹھانہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں

سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر

ترا طریق امیری نہیں غریبی ہے

خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد انسان میں خودی، یقین، عمل، اور اخلاق پیدا کرنا ہے۔ وہ مغربی تعلیم کے مادی پہلو سے آگاہ تھے اور چاہتے تھے کہ نوجوان علم کے ساتھ ایمان کی روشنی بھی اپنے دلوں میں رکھیں

مطالعہ اقبال سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اقبال کے یہاں جو تعلیم کا تصور ہے اس کا خاص مقصد ابدی سچائیاں ہے جس کا مقصود کل ایک اچھے معاشرے کا استحکام ہے۔ اور معاشرے کا استحکام لوگوں کے معیار، کردار اور قوتِ عمل سے بنتا ہے اقبال کہتے ہیں۔

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے

پھر کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

اقبال کے افکار کا مرکز انسان، خودی، ایمان، عمل، اور تعلیم ہیں۔ اقبال کے نزدیک تعلیم صرف حصولِ ڈگری یا معاش کا ذریعہ نہیں بلکہ انسان کی روحانی و اخلاقی تربیت، خودی کی بیداری، اور شخصیت کی تکمیل کا وسیلہ ہے۔ وہ ایسی تعلیم کے حامی تھے جو فکر و عمل دونوں کو زندہ کرے۔ سماج کے اندر معیار، کردار اور قوت فکر و عمل اس وقت آتا ہے جب تعلیم و تربیت کا نظام میں ابدی سچائیوں پر مبنی ہو۔ اس لیے ان کے یہاں

ماحول، معاشرہ، کائنات کی سمجھ، انفرادی قدریں، ہستی کی اہمیت پر افکار کی کثرت دیکھنے کو ملتی ہے اور معاشرے کی ترقی تبھی ممکن ہے جب معاشرے میں یہ افکار عام ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اپنی کتاب تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (مترجم نذیر نیازی) میں صفحہ نمبر ۲۴۷ پر لکھتے ہیں۔

"جس معاشرے کی بنیاد حقیقت مطلق کے اس تصور پر ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ثبات و تغیر دونوں خصوصیات کو یکساں طور پر رکھے"

علامہ اقبال تعلیم برائے زندگی کے قائل تھے وہ کہتے تھے کہ ایسی تعلیم کا کوئی فائدہ نہیں جو کسی کے کام نہ آسکے اور جس کے حاصل کرنے کے بعد بندہ اخلاقیات کے اصول پر کاربند نہ ہو۔ اس لیے وہ فن برائے فن یعنی Arts to Arts کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ فن برائے زندگی کے قائل تھے۔ انہوں نے تو فن برائے فن کے حوالہ سے اسلامیہ کالج کے پروگرام میں کہا تھا

"میں نے اپنے کلام میں اس مہلک نظریے کے خلاف جہاد کیا ہے اور میں تم نوجوانوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس خطرناک غلطی میں نہ پڑنا۔ فن جب اخلاقیات سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو وہ بہت جلد مخرب اخلاق بن جاتا ہے۔ اعلی مقاصد کی تکمیل یا پیروی کے لیے جمالیات کے کسی فن کو لوگے تو وہ اپنے بہترین مدارج طے کرے گا اور قوم وملت میں ایک نئی پھونک دے گا۔ لیکن وہی فن جب ان مقاصد سے بچھڑ جائے گا تو قوم وملت کے حق میں زہر قاتل بنے گا۔"

اقبال کے اس اقتباس کی تائید اقبال کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

دلبری بے قاہری جادوگری است

دلبری با قاہری پیغمبری است

اقبال مروجہ نظام تعلیم سے بہت حد تک متفق نہیں تھے۔ کیوں کہ وہ دیکھ رہے تھے کہ آج کل جو معلم ہیں وہ خود حقیقی مقاصدِ تعلیم سے ناآشنا ہیں۔ کیونکہ دوسروں کو سمجھانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تمام گوشہ معلم پر واضح ہوں، اگر معلم کو ہی اس راہ کی خبر نہیں ہے تو وہ اپنے

طلبہ کی رہنمائی نہیں کر سکتا ان کا مقصد یہ تھا کہ اساتذہ یا طلبہ کوئی بھی بے مقصد نہ ہو۔ ہر کوئی مقصدیت کے تحت کام کرے۔ اگر قوم کے نوجوان کی تربیت مقصود ہے تو پھر ایسے بندے کی اقتدا نہ کی جائے جو خود بھٹکا ہوا ہو، جو رسوم قیودات کا پابند ہو، جس کی سوچ محدود ہو، آوٹ آف باکس تھنکنگ نہ رکھتا ہو، جس کے پاس تخیل کی بلندی نہ ہو، جو اپنی فرسودہ روایات کے ساتھ لپٹا ہوا ہو، جدت وندرت کی طرف رغبت نہ رکھتا ہو کیونکہ ایسا شخص بہترین رہنمائی اور تخیل میں بلندی نہیں دے سکتا۔ اقبال نے ضرب کلیم میں اساتذۃ کے عنوان سے لکھا ہے کہ

مقصد ہو اگر تربیت لعلِ بدخشاں

بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو

دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار

کیا مدرسہ کیا مدرسہ والوں کی تگ ودو

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت

وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

تعلیم کا مقصد ہے کہ وہ بچے کو ایک مکمل انسان بنائے اور انسان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اس کا وجود دنیا کے لیے کار آمد ہو۔ اس کے قلب میں انسانیت ہو۔ اور وہ توہمات سے پاک ہو۔ یعنی تعلیم بچے کے ذہن کو متوازن انداز فکر اپنانے پر زور دے۔ اسی لیے ایک معلم کو اپنے تعلیمی مقاصد حاصل کرنے میں بچے کی فطرت کے ارتقا کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ بچوں کی تعلیم ان کے ذہنی مدارج ان کی دلچسپیوں امنگوں اور ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارا نصاب تیار ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی معلم بھی بچے کے ارتقائی نفسیاتی پہلو سے بھی بخوبی واقف ہو اس حوالے سے اقبال لکھتے ہیں

۔ ”جسمانی اور روحانی نمو کا دارومدار ان کی اضطراری (خود رَو) حرکت پر ہے جو قدرت نے وافر مقدار میں انہیں ودیعت کی ہے۔ حرکت کے اس خود رَو جوش کے عالم میں ان کے حواس خود بخود حرکت میں آتے ہیں، جس کی وجہ سے انہیں خارجی اشیاء کا رفتہ رفتہ علم ہوتا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بچہ ایک متعلم ہستی نہیں بلکہ ایک متحرک ہستی ہے۔ جس کی ہر حرکت سے کوئی نہ کوئی تعلیمی فائدہ اٹھانا چاہیے“

(حرف اقبال مرتبہ لطیف احمد شیروانی صفحہ نمبر ۴)

اقبال کی تعلیمی فکر کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ تعلیم انسان کو بلند ہمتی، خود اعتمادی اور آزادی کا درس دے، نہ کہ غلامی کا۔ اسی لئے مغربی تعلیم کی مادی اور خود غرضانہ روش کے خلاف تھے۔ یعنی وہ علم جو انسان کو آزادی سے دور کر دے اور صرف مادی منفعت تک محدود رکھے، وہ علم نہیں بلکہ زہر ہے۔ ان کے نزدیک مغربی تعلیم انسان کو مشین بنا دیتی ہے، اقبال کے نزدیک علم اگر کردار کو بلند نہ کرے تو بھی اس علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علم کا حقیقی مقصد عمل اور اخلاق پیدا کرنا ہے، انسان کے لئے محض علم کافی نہیں، بلکہ اسے عشق اور وجدان کے ساتھ ہونا چاہیے تاکہ وہ انسان کی روح کو جلا بخشے۔ بنا عشق و وجدان کی تعلیم، انسان کو روح سے خالی کر دیتی ہے اس لیے ہمارے نوجوانوں کو ایسی تعلیم درکار ہے جو روح، اخلاق، وجدان اور عشق سے وابستہ ہو۔ ہماری تعلیم کا بنیادی مقصد انسان میں خودی، خود اعتمادی، اور ارادے کی قوت پیدا کرنا ہونا چاہئے تاکہ وہ تقدیر بدلنے کی صلاحیت حاصل کر سکیں۔ نوجوانوں کے لیے پیغام اقبال کی تعلیمات کا بڑا حصہ نوجوانوں کے نام ہے۔ وہ نوجوانوں کو جرأت، خود اعتمادی اور علم نافع کی تعلیم دیتے ہیں۔ اقبال نے نوجوانوں کو شاہین سے تشبیہ دی، جو بلندیوں کا عاشق ہوتا ہے۔ اقبال کے تصورات و افکار کا اہم نکتہ یہ ہے کہ تعلیم صرف کتابی علم نہیں بلکہ شعور بیداری، اخلاقی تربیت اور سماج کی تعمیر ہے۔ ان کے نزدیک وہی تعلیم قوم کو زندہ کر سکتی ہے جو یقین، عشق، عمل، اور وجدان سے مزین ہو۔ یوں اقبال نے ایک ایسی تعلیمی فکر پیش کی جو آج بھی انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ فکر اقبال کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن

عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین و ظن

تعلیم کے ہیں سب طریقے صنعتی انداز میں

نہ دل کی روشنی ہے، نہ نظر کا نور ہے

نہیں ہے تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر

تُو شاہین ہے، بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں

جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں

کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

☆☆☆